حضرۃ العلام مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی

دوامِ حدیث

تفسیر بالروایت پر منکرین احادیث کے اعتراضات اور اُن کے جوابات!

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس تمہید کے بعد :۔

پس ہم اس اعتراض بلکہ شور و غوغا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کو ذکر کرکے منکرین حدیث نے آسمان سر پہ اٹھا لیا ہے۔ شیعہ متعہ کو اب تک جائز سمجھتے ہیں اہل سنت کا اتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے متعہ والی عورت سے زنا و شوی کا تعلق زنا ہے۔ شیعہ بعض وقت اپنے مسلک کی صحت پر اہل سنت کی کتابوں سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں متعہ کا ذکر ہے کہ پہلے تھا پھر حرام ہوگیا مگر باوجود حرمت کے بعض لوگ حضرت کے زمانہ تک کرتے رہے۔ یعنی اہل سنت میں پھر یہ مسئلہ اختلافی رہا پس اس میں اتنی بڑی قباحت نہیں۔ یہ تو ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں ضرورت کے تحت جنگ یا سفر میں اس کی اجازت دی گئی ہو مگر بعض روایات میں حضر میں بھی متعہ کا ثبوت ملتا ہے پھر کسی غیر شریف عورت کا متعہ کرنا تو بڑی بات نہیں بڑی بڑی شریف عورتوں نے متعہ کیا ہے خلاصہ اس کا جس کا بعض شیعہ نے ذکر کیا ہے۔ اس مضمون کا جواب یہ ہے۔

(۱) فتح مکہ کے سفر میں اجازت ہوئی پھر تین دن کے بعد قیامت تک حرام کر دیا گیا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

(۲) عبداللہ بن عباس اس کو خنزیر کی طرح مضطر کے لیے جائز سمجھتے رہے۔ پھر انہوں نے رجوع کیا جب مناظرہ میں حق واضح ہوگیا۔

(۳) عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی رجوع کیا۔ اور اس کی حرمت کے قائل ہو گئے۔ صحابہؓ میں اختلاف اٹھ گیا۔

(۴) تابعین کے زمانہ میں ابن عباسؓ کے شاگرد مکہ اور یمن والے اس کے قائل رہے بعد میں تمام شہروں کے فقہا اس کی حرمت پر متفق ہو گئے۔

(۵) حضرت عمرؓ کے زمانہ جو لوگ متعہ کرتے رہے وہی تھے جن کو متعہ کی ابدی حرمت کا علم نہیں ہوا جب علم ہوا تو چھوڑ گئے۔

(۶) حضرت عمرؓ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام نہیں کیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کی متابعت کی۔

(۷) متقدمین جن کو متعہ کی حرمت کا علم نہیں ہوا وہ تو ایک حد تک معذور تھے مگر جب حرمت شائع ہو گئی اب متعہ کے ساتھ جو جماع کرے گا وہ زانی ہوگا اور اس کو زانی کی سزا ملے گی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ متعہ کا لفظ دو جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک حج میں اور ایک نکاح میں کہ حج کا متعہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ ایک ہی سفر میں حج کے مہینوں میں کیے جائیں۔ پہلے عمرہ کیا جاوے پھر حج عام طور پر حاجی اسی طرح ہی کرتے ہیں۔ نکاح متعہ یہ ہے کہ ایک وقت تک نکاح کیا جاوے قرآن مجید میں حج کے متعہ کا ذکر ہے۔ فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج۔ بقرہ۔ جو عمرہ اور حج کا متعہ کرے یعنی ایک ہی سفر میں رمضان کے بعد عید الضحیٰ تک ان کو ادا کرے اور حدیثوں میں بھی حج کے متعہ کا بھی ذکر ہے حضرت عمرؓ اور بعض صحابہؓ حج کے متعہ سے بھی روکتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ کعبہ کی زیارت کے لیے بار بار آیا کریں۔ وہ حج کے متعہ کو منع نہیں سمجھتے تھے۔

بعض روایتوں میں جو متعہ حج کا ذکر ہے۔ اس سے بھی بعض شیعہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھو حدیث میں متعہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ علی نقی جو شیعہ کے مجتہد کہلاتے ہیں۔ اپنے رسالہ متعہ اور اسلام میں ایسا ہی کیا ہے۔ اور طلوع اسلام والے صاحب جو بالکل ایک جاہل معلوم ہوتے ہیں ان کے مضمون کو نقل کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور اپنی جگہ اس کو صحیح سمجھ کر بغلیں بجا رہے ہیں۔

اور بعض جگہ نقل در نقل کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی طرف سے بھی کچھ قطع برید کی ہے۔ اسی بنا پر جب حضرت اسماءؓ کے بیٹے عروہ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ تم کو خدا کا خوف نہیں کہ تم متعہ کی اجازت دیتے ہو۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اسئل امک یا عریۃ ذرا جا کر اپنی والدہ سے پوچھو (زاد المعاد ابن قیم جلد اص ۲۱۹۔ یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا“

(مقام حدیث ص ۲۰۷ ج ۳)

یہ حوالہ جو متعہ کے متعلق دیا ہے وہ حج کے متعہ کا ہے مگر علی نقی صاحب نے دیانت کو بالائے طاق رکھ کر

زاد المعاد سے حج کے بیان سے نقل کیا ہے۔ اور اپنے رسالہ متولد اسلام کا نکاح کے متعہ میں پیش کر دیا ہے پھر طلوع اسلام والے نے اس کو وحی بین السماء کی طرح سمجھ کر اس واقعہ پر نہایت ہی ندامت کا اظہار کیا ہے یعنی میں حوالہ دیکھنے سے پہلے ہی مر جاتا اور قبر میں دفن ہو کر لوگوں کے ذہنوں سے بھی اتر جاتا مگر حوالہ نہ دیکھتا، آپ کو اتنی کوفت ہوئی ہم آپ کے ساتھ رسم غم میں شریک ہیں مگر آپ کو یہ سمجھائے دیتے ہیں کہ آئندہ احتیاط رکھیے کہ ہر حوالہ دیکھ کر آمنا و صدقنا نہ کہہ دینا ایسا نہ ہو کہ شدت غم سے آپ کی روح قفس عنصری کو چھوڑ کر کہیں بھاگ جائے اور آپ کا یہ قول (مت قبل ہذا) پورا ہو جائے اور ہم انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہ جائیں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے حج تمتع کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کا مقصد یہ ہے کہ جو صرف حج کا احرام باندھے اگر اس کے پاس قربانی نہ ہو تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اس کے خلاف ایک حدیث پیش کی ہے۔ جو ابو الاسود عروہ سے بیان کی جاتی ہے اس کے جواب میں حافظ ابن قیم فرماتے ہیں (نقل) واما ما فی حدیث ابی الاسود عن عروۃ من فعل ابی بکر و عمر والمهاجرین والانصار فقد اجابه ابن عباس فاحسن جوابه فیکتفی بجوابه فروی الاعمش عن فضیل بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس تمتع رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال عروۃ نهی ابوبکر وعمر عن المتعة فقال ابن عباس لداهم سیهلکون اقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وتقول قال ابوبکر وعمر وقال عبد الرزاق حدثنا معمر عن ایوب قال قال عروۃ لابن عباس الا تتقی الله ترخص فی المتعة فقال ابن عباس سل امک یا عروۃ ص ۲۱۹ ج ۱ زاد المعاد۔ ابو الاسود کی روایت میں جو عروہ نے ابوبکر اور عمر اور مہاجرین اور انصار اور ابن عمر کے متعلق کہا ہے کہ وہ متعہ (حج) سے منع کرتے تھے عبداللہ بن عباس نے اس کا اچھا جواب دیا ہے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اعمش نے فضیل سے اس سعید بن جبیر کے واسطہ سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا متعہ کیا عروہ نے کہا ابوبکر اور عمر نے متعہ (حج) سے روکا ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ بولے میرا خیال ہے کہ یہ جلدی ہلاک ہو جائیں گے میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور تو کہتا ہے کہ ابوبکر اور عمر نے ایسا کہا ہے۔ عبد الرزاق معمر کے واسطے سے ایوب سے بیان کیا کہ عروہ نے ابن عباس کو کہا کیا تو اللہ سے ڈرتا، متعہ (حج) میں رخصت دیتے ہو پھر ابن عباس نے کہا اپنی ماں سے پوچھ اے عروہ

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں حج کے متعہ کا ذکر ہے نکاح کے متعہ کا۔

قاضی ثناء پانی پتی نے متعہ نکاح کے بارہ میں ایک روایت بحوالہ نسائی اور طحاوی ذکر کی ہے مگر وہ حدیث بعینہٖ نسائی اور طحاوی میں نہیں پائی گئی بلکہ اس کا مطلب پایا گیا ہے۔ مگر جو لفظ قاضی صاحب نے نقل کیے ہیں ان الفاظ سے ایک ظاہر بین کو غلطی لگ جانے کا احتمال ہے اس واسطے ہم بھی قاضی صاحب کی عبارت نقل کر کے اس کا مطلب بیان کرتے ہیں پھر طحاوی اور نسائی کی روایت کے اصل لفظ نقل کریں گے۔ یہ کتابیں جن میں روایات نقل در نقل کے مقام میں ہوتی ہیں بعض وقت ان میں روایت بالمعنیٰ بھی ہوتی ہے۔ اس واسطے روایات کو اصل کتاب سے لینا چاہیے پھر ان کتابوں سے لینا چاہیے جو مشہور و معروف ہیں۔ وفی النسائی والطحاوی عن اسماء بنت ابی بکر قالت فعلنا ها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم

ص ۳۴، مظہری، نساء، نسائی اور طحاوی نے اسماء بنت ابو بکر سے روایت کی ہے کہ ہم نے یہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا۔ اس روایت کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا ہوا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں بھی کرتے والوں میں شامل تھی۔ کیونکہ یہ روایت جس کتاب سے لی گئی ہے یعنی نسائی اور طحاوی میں یہ لفظ نہیں بلکہ ان کے لفظ اس طرح ہیں کہ ان میں مائی اسماء داخل نہیں ہو سکتیں۔ عن سعید بن جبیر قال سمعت عبد الله بن الزبیر یخطب وهو یعرض بابن عباس یعیب علیه قوله فی المتعة فقال ابن عباس یسال امه ان کان صادقا فسالها فقالت صدق ابن عباس قد کان ذالك ص ۱۴ ج ۲ طحاوی۔ سعیدؒ بن جبیر کہتے ہیں میں نے عبد اللہؓ بن زبیر سے سنا کہ وہ خطبہ دے رہے تھے اور عبد اللہؓ بن عباس کی طرف تعریض کرتے ہوئے ان پر متعہ کے بارے میں عیب لگا رہے تھے ابن عباسؓ نے کہا اپنی ماں سے پوچھ لے اگر سچا ہے عبد اللہؓ بن زبیر نے اپنی والدہ سے پوچھا تو ان کی والدہ نے کہا ابن عباسؓ نے سچ کہا یہ بات تھی۔ اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے یہ سمجھا جائے کہ مائی اسماء بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ طحاوی اس متعہ کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں جس کے لفظ مظہری والے ہوں۔

نسائی کی روایت میں مائی اسماء سے نکاح کے متعہ کا ذکر نہیں بلکہ متعہ حج کا ذکر ہے۔ ولم یکن معی هدی فاحللت ص ۲۴۳ ج ۲ نسائی۔ میرے ساتھ قربانی تھی میں حلال ہوگئی لیس

ایسی روایت جو اصل کتاب میں نہیں پائی گئی بلکہ ایک کتاب میں ان لفظوں کے ساتھ پائی گئی ہے جس کا مطلب کچھ اور ہے اور ایک کتاب میں بالکل نہیں پائی گئی بلکہ بجائے نکاح کے متعہ کے حج کے متعہ کا ذکر ہے۔ پھر روایت بالمعنی ہونے کی صورت اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بات ہوئی۔ اور نسائی میں تو صرف حج کے متعہ کا ذکر ہے۔ اور مسلم میں بھی حج کا ذکر ہے۔

سالت ابن عباس عن متعۃ الحج فرخص فیھا وکان ابن الزبیر ینھی عنھا فقال ھذہ ام الزبیر تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخص فیھا فادخلوا علیھا فاسألوھا قال فدخلنا علیھا فاذا امراۃ ضخمۃ عمیاء فقالت قد رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا (ص ۴۰۶ مسلم جلد ا) میں نے ابن عباسؓ سے حج کے متعہ کے متعلق پوچھا آپ نے رخصت دی اور عبداللہ بن زبیر اس سے منع کیا کرتے تھے آپ (عبداللہ بن عباس) نے کہا ابن زبیر کی ماں موجود ہے جو حدیث سناتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی تھی۔ اس کے پاس جاؤ اور پوچھو راوی کہتا ہے ہم اس کے پاس گئے وہ اس وقت نابینی اور بھاری ہو گئی تھی اس نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رخصت دی تھی۔ رحمہ مظہری میں لفظ وارد ہوئے ہیں ان کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے یعنی لوگوں نے ایسا کیا یہ مطلب نہیں کہ میں بھی کرتے زمانہ میں ہوں جیسا کہ اور حدیثوں کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ حدیث حج کے متعہ میں صریح ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ متعہ کا اطلاق دونوں قسم کے متعہ پر ہوتا تھا بعض جگہ مطلق لفظ متعہ آجاتا ہے اس واسطے نقل کرنے والے کو شبہ ہو جاتا ہے بلکہ بنت اسماء کی حدیث جو مظہری میں نقل کی گئی ہے ان لفظوں کے ساتھ نسائی اور طحاوی میں نہیں ملی۔ یا کسی اور نسائی اور طحاوی کی اور کسی کتاب میں ہوگی اگر یہ لفظ بھی ہوں تو اس کا مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

اب آگے چل کر قرآن سامنے آتا ہے:۔ (اس قسم کی روایات اہل سنت والجماعت کے مستند مجموعہ ہائے احادیث میں موجود ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک قرآن کسی مدون شکل میں موجود نہ تھا ص۵۵۔

یہ افتراء ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک قرآن کسی مدون شکل میں موجود نہ تھا۔ صحابہؓ کے پاس قرآن مجید لکھا ہوا

موجود تھا۔ جو آپ کا ہی لکھایا ہوا تھا۔

(۱) عن ابی سعید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطوا اعینکم حظھا من العبادۃ النظر فی المصحف والتفکر رواہ البیہقی فی شعب الایمان رجامع صغیر للسیوطی مطبوعہ مصر ص ۹۳ ج ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی آنکھوں کو بھی عبادت کا حصہ دیا کرو وہ مصحف میں دیکھنا اور فکر کرنا ہے۔

(۲) عن ابن مسعود قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرا فی المصحف رجامع صغیر ۱۵۷ ج ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ اللہ اور رسول سے محبت کرے وہ مصحف میں پڑھے۔ یعنی ۲۰۳ ج ۱

(۳) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تغرنکم ھذہ المصاحف المعلقۃ ان اللہ لا یعذب قلبا وعی القرآن "منتخب کنز العمال"۔ قرآن کے نسخے جو تمہارے گھروں پر معلق ہیں ان پر اعتماد کرنے ہوئے حفظ کا خیال چھوڑ دینا مجول قرآن یاد کرے اللہ اس کو عذاب نہیں کریں گے۔

(۴) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو صحیح بخاری کتاب الجہاد کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید لے کر سفر کرنے سے منع کیا ہے۔ مسند احمد میں مصحف کا لفظ ہے۔ اس قسم کی روایات بہت ہیں۔ اس لیے یہ خیال جس کا ذکر ہے کہ بہتان ہے۔ اب آگے دیکھیے۔

(۱) ایک دن حضرت عائشہ رضی کی بکری اندر چلی گئی۔ ان پتوں کو کھا گئی۔ ملاحظہ ص ۰ ۵ ج ۲ مقام حدیث)۔

ابن ماجہ میں ہے۔ ولقد کان فی صحیفۃ تحت سریری ———— کہ یہ مسائل ایک صحیفہ میں لکھے ہوئے تھے۔ وہ صحیفہ میری چارپائی کے نیچے تھا بکری آکر وہ کھا گئی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا حصہ تلف ہو گیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا یا ہوا قرآن کسی صحیفہ میں نہیں تھا۔ یہ غلط ہے بلکہ ایک صحیفہ کو بکری کھا گئی۔ کیونکہ وہ مسائل قرآنی ذخیرہ سے الگ ایک صحیفہ میں تھے جیسا کہ باقی قرآن مجید کی سند اور تاریخ پیچھے لکھی جا چکی ہے۔ اور اس حدیث رجس میں یہ ذکر ہے کہ قرآن سات حرفوں میں نازل کیا گیا ہے) کی تشریح بھی یہاں ہو چکی ہے۔ کہ قرآن تو صرف قریش کی زبان پر نازل ہوا مگر دوسری زبانوں میں اس کے پڑھنے کی ضرورت کے وقت اجازت تھی جب ضرورت ختم ہو گئی تو وہ حروف بھی ختم ہو گئے قرآن جس زبان میں نازل ہوا وہی زبان باقی رہی۔ بعض علماء نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کے متعلق اسی تفسیر میں بہت سے اقوال ہیں وہ اقوال دراصل احتمالات ہیں ان احتمالات میں سے صحیح یہی ہے کہ قرآن مجید

زبان قریش میں نازل ہوا مگر دوسری زبانوں میں روایت بالمعنیٰ کی شکل میں پڑھنے کی اجازت تھی اب بھی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ تفہیم کے لیے جائز ہے اگرچہ اس کو پورا پورا ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید کے معانی کو دوسری زبانوں میں ادا کرنے کی گنجائش نہیں۔ ابن عباس اور ابن مسعود یا ابی بن کعب کے قراءتوں میں جو اختلاف مروی ہے چونکہ وہ موجودہ قرآن کے رسم الخط کے موافق نہیں نہ وہ متواتر ہے اس لیے اس کو قرآن نہیں کہا جا سکتا بلکہ صرف تفسیر کا مرتبہ اس کو دیا جا سکتا ہے بعض صحابہ نے اگر اس کو قرآن سمجھا ہے تو یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ جو قرآن آنحضرت کے لکھائے ہوئے سے منقول ہے جو اب بھی ہمارے پاس مکتوب و محفوظ ہے اس میں یہ قراءت نہیں پس اس کو لا محالہ تفسیر ہی کہا جائے گا۔ اب ذرا ان کی بات سنیے کیا کہتے ہیں۔

دیکھیے کہ حضرت امام طبری متعہ کی سند کس طرح لاتے ہیں آیۂ مذکورہ صدر کی تفسیر میں ارشاد ہے "ابو ثابت کا بیان ہے کہ ابن عباس نے مجھے ایک مصحف دیا اور کہا کہ یہ ابی بن کعب کی قراءت کے مطابق ہے۔ یحییٰ ابن عیسیٰ جو اس روایت کے ناقل ہیں نصیر بن اشعث سے اس کا بیان ہے کہ اس مصحف کو نصیر کے پاس دیکھا اس میں یہ لکھا تھا۔ فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمّی یعنی تم عورتوں سے متعہ کرو ایک میعاد مقررہ کے لیے" (صفحہ ۶۰ - ۶۱ جلد ۲ مقام حدیث)

جواب سے پہلے ہم اس آیت کا ترجمہ مقام حدیث سے جو دوسری جگہ کیا ہے جہاں یہ لفظ (اجل مسمّی) نہیں نقل کرتے ہیں۔ فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فریضة ان میں سے جن عورتوں کو تم نکاح میں لاکر ان سے متمتع ہو تو ان کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے (ص ۱۳۰ جلد ۱ مقام حدیث) پہلی قراءت کے نقل کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ لفظ الی اجل مسمّی بڑھانے سے معنٰی بدل جاتا ہے اگر یہ لفظ ہو تو اس آیت کا تعلق متعہ سے ہوگا ورنہ اس کا تعلق مہر ادا کرنے سے ہوگا حقیقت میں یہ بات غلط ہے کیونکہ آیت سے متعہ کے ثبوت اور عدم ثبوت میں لفظ اجل مسمّی کو کوئی دخل نہیں مدار مسئلہ کی نوعیت کا صرف پہلے لفظ کے ترجمہ پر ہے اگر لفظ فما استمتعتم منهن کا ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ "جن عورتوں سے تم متعہ کرو" تو اس وقت اگر لفظ (اجل مسمّی) ہو یا نہ ہو بہر کیف قرآن سے متعہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اگر یہ لفظ (اجل مسمّی) نہ ہو تو آیت کا ترجمہ یہ ہوگا۔ جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہے ان کو ان کے مہر جو مقرر ہیں ادا کرو اب بات واضح ہے کہ آیت میں متعہ کا ذکر ہو گیا اگر یہ لفظ ہو تو اس صورت میں معنٰی یہ ہوگا "جن عورتوں سے تم ایک وقت تک متعہ کرو تو ان کو ان کے مقرر کردہ مہر ادا کر دو"

اگر لفظ "فما استمتعتم بہ منھن" (کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ جن عورتوں سے متعہ ہو (یعنی نکاح میں لا کر ان سے جنسی تعلقات قائم کرو) تو اس صورت میں آیت سے متعہ ثابت نہیں ہوگا خواہ یہ لفظ اجل مسمّٰی ہو یا نہ ہو کیونکہ اگر نہ ہو تو اس صورت میں معنیٰ واضح ہے۔ اگر یہ لفظ (اجل مسمّٰی) موجود ہو تو اس صورت میں اس آیت کا معنی یہ ہوگا۔ ان میں سے جن عورتوں کو تم نکاح میں لا کر ان سے متمتع ہو ایک وقت تک ان کو ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو۔ اس قید کا تعلق نکاح سے نہیں بلکہ متمتع ہونے کے ساتھ ہے یعنی جس منکوحہ سے تم ایک وقت فائدہ اٹھاؤ۔ تو ان کو ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو۔ کیونکہ شریعت میں ہر بدوں جنسی تعلقات قائم ہونے کے اگر طلاق دی جائے تو آدھا مہر ادا کرنا پڑتا ہے اور جنسی تعلقات قائم ہو جانے کے بعد پورا مہر ادا کرنے کے لیے عورت کا خاوند کے گھر ہمیشہ رہنا ضروری نہیں۔ بلکہ ایک وقت معین تک جنسی تعلقات کا قائم رہنا کافی ہے پس اس صورت میں بھی متعہ ثابت نہ ہوا۔ لیکن اس وقت دونوں صورتوں میں یعنے خواہ یہ لفظ ہو نہ ہو) وقت کی قید معتبر ہے پس جس قرارت میں یہ لفظ ہے۔ بہرکیف ایک ضروری چیز کی تفسیر ہے مگر اس کو قرآن کہنا غلط ہے۔ کیونکہ قرآن وہی ہے جو آنحضرتؐ کے لکھائے ہوئے ذخیرہ سے نقل کیا گیا۔ اس کے علاوہ یا تفسیر ہے یا غلطی ہے۔

متعہ کا مسئلہ جو ذکر ہوا اس کا ماحصل یہ ہے۔

متعہ نکاح کا ایک فرد تھا جس میں اجل کی شرط ہوتی تھی فتح مکہ میں تین دن کی اجازت ہوئی پھر قیامت تک کے لیے حرام ہو گیا۔ قرآن میں متعہ کی حرمت کے لیے جو آیت ہے۔ (الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم یعنی اللہ کے بندے) بیوی اور لونڈی کے سوا اپنے جنسی تعلقات قائم نہیں کرتے) اس میں زوجہ کا لفظ ہے۔ جو متعہ والی عورت پر از روئے حدیث اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے کہ طلاق عدت میراث نے متعہ کو باطل کر دیا ہے۔ مگر قرآن مجید میں (جیسا کہ منکرین حدیث سمجھنا چاہتے ہیں) اس کا ثبوت نہیں اور آیت، فما استمتعتم بہ منھن (نساء) میں متعہ کے جواز و عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں خواہ لفظ اجل ہو یا نہ ہو۔

اور بعض قراءت میں جو لفظ اجل مسمّٰی کا ہے وہ ایک قسم کی تفسیر ہے اس کے اضافہ سے مسئلہ کی نوعیت میں کچھ خلل نہیں پڑتا اور یہ لفظ قرآنی نہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ منکرین حدیث بیان کرتے ہیں سب شور و غوغا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اصل میں وہ اپنی اس کمزوری کو کہ قرآن نکاح اور زنا میں بدون مدد بیان حدیث پورا پورا فرق نہیں کرتا۔ چھپانا چاہتے ہیں ادھر ادھر کی باتیں بیان کرکے اپنی اس کمزوری پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جب ایک چیز حرام ہو جائے تو اس کی سابقہ حالت پر اعتراض کرنا فضول ہے۔ مثلاً پہلے خمر حلال تھا لوگ پیتے تھے۔ قرآن نے سکر کو بھی بطور امتنان کے ذکر کیا ہے۔ تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا (کھجور اور انگور) کے پھل سے تم نشہ بناتے ہو اور عمدہ رزق بھی۔ اس میں احسان جتایا گیا کہ اللہ کا فضل نہیں دیکھتے کہ تم کو اللہ نے نشہ آور چیز بھی دی۔ پھر تدریجاً سورۃ النساء میں یہ حکم نازل کیا۔ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ۔ (نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو) اب نماز کے قریب نشہ آور چیز کا پینا حرام کر دیا گیا۔ اس کے بعد سورت بقرہ کی آیت اتری فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما۔ کہ جوئے اور شراب میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔ اور ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد یہ آیت اتری رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ (یعنی شراب وغیرہ جن کا ذکر ہوا ہے) سب پلید ہیں ان سے بچو! اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شراب حلال رہا اگرچہ تھوڑی مدت ہی رہا جو اس کے نجس ومنکر ہونے کا اثر ذہنوں پر پڑ سکتا ہے۔ وہ باقی نہ رہا تو یہ اس کی بیوقوفی ہے کیونکہ ایسا شخص تشریع کی تدریجی رفتار کی مصالح سے بالکل ناآشنا ہے قرآن کی ابتدائی آیات میں صرف توحید اور رسالت کا ہی ذکر ہے۔ ان میں شراب یا زنا کی حرمت کا ذکر نہیں یہ احکام سب بعد میں اترے ہیں۔

پس جو لوگ متعہ کی وقتی اباحت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کوئی سنی جب ان حدیثوں کو صحیح تسلیم کرتا ہے جن میں متعہ کی اجازت اور پھر نسخ کا ذکر ہے متعہ کو بے حیائی کا کام بالکل شنیع اور فحش نہیں کہہ سکتا (ص ۴۴، جلد ۲ مقام حدیث)!

وہ اس بات سے غافل ہیں کہ جب ایک شخص شراب کو جو ایک مدت تک حلال رہا، حرمت کے بعد ایک گندگی اور شیطانی کام اور بت پرستی سے ملتا جلتا، دشمنی کا سبب، اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کرنے کا ذریعہ کہہ سکتا ہے تو اس کو ایک کام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بے حیائی اور منکر ہے اگرچہ تین روز تک وہ حلال رہا ہو۔ مگر آخر وہ حرام ہو گیا، کیا تامل ہے کیونکہ احکام تدریجاً ہی پورے ہوئے ہیں تیئیس سال میں دین پورا ہوا۔ جوا بھی بعد میں حرام ہوا۔ اسی طرح بہت سے کام بعد میں فرض ہوئے جن کا چھوڑنا حرام ٹھہرا۔

خصی ہونے کی درخواست

خصی ہونے کی درخواست انہی لوگوں کی طرف سے تھی جو ہمیشہ کے لیے اس کام سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے ان کا مطلب یہ تھا ان تعلقات سے بالکل الگ ہو جائیں اور جوان آدمی کو جوانی کے وقت جنسی تعلقات کے خیال آتے رہتے ہیں جہاد کے سفر میں ان باتوں کا خیال کوئی بڑی بات نہیں خصوصاً جب ایک فوج ایک شہر کو فتح کر چکی ہو اور دشمنوں کے مقابلہ کا خیال بھی نہ رہا ہو۔ تو اس صورت میں لازمی طور پر ایک جوان فوجی کو اس قسم کا خیال آنا کوئی مستبعد نہیں۔ پس یہ کہنا کہ جو کہ خصی ہونے کی درخواست کرتے تھے اگر اجازت مل جاتی اور خصی ہو جاتے تو گھر جا کر اپنی بیویوں سے کیسے تعلق رکھتے، درخواست کرنے والوں کے مقصد سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ اسی طرح جہاد کو ان شہوانی خیالات سے مانع سمجھنا بھی بیوقوفی ہے۔

عورت سے غیر فطری مجامعت

قرآن مجید میں لڑکوں سے شہوت پورا کرنے کو بڑی معصیت قرار دیا گیا ہے مگر عورت سے غیر فطری مجامعت کی مخالفت میں کوئی قطعی لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ جنسی تعلقات کو پورا کرنے کے لیے ایک مشترک لفظ استعمال کیا ہے وہ اٰنّٰی ہے۔ اس کے دو معنے ہیں۔ ایک جس طرح اور ایک جہاں سے، پہلے معنے کے اعتبار سے غیر فطری مجامعت کا جواز نہیں نکلتا۔ دوسرے معنے کے لحاظ سے جواز کا پہلو نکلتا ہے مگر حرمت کے لیے کوئی صریح لفظ نہیں صرف قیاس ہی ہے (۱) لڑکوں کی لواطت

پر قیاس یعنے دونوں میں ایک ہی نقص ہے جیسے ایک جگہ حرام ہے تو دوسری جگہ بھی حرام ہونا چاہیئے۔ (۲) حیض کی حالت پر قیاس بسبب حیض کی حالت میں بوجہ گندگی کے مجامعت حرام ہے تو غیر فطری مجامعت بھی، گندگی کی جگہ ہے، اس لیے حرام ہونی چاہیئے۔ (۳) حرمت کے لفظ سے استدلال کھیتی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ افزائش نسل غرض ہونی چاہیئے۔ پس غیر فطری مجامعت حرام ٹھہری۔ مگر قیاس کا درجہ نص کے برابر نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے لفظ "انی" سے ظن کی بنا پر یہ معنے لیا گیا ہے نہ یقینی طور پر۔ مگر احادیث میں اس کی حرمت صاف طور پر مذکور ہے مگر بعض علما جن کو ان احادیث کی صحت کا علم نہیں وہ اس مسئلہ میں متردد ہیں۔ اور قرآن مجید کے لفظ "انی" سے پریشان ہوئے مگر دو حدیثیں [illegible] منکر قابل احتجاج ہیں۔ کسی حدیث میں بھی اس غیر فطری مجامعت کی حالت کا ذکر نہیں۔ نہ صحیح میں نہ ضعیف میں صرف بعض صحابہ کا قول ہے۔ مگر حدیث کے مقابلہ میں صحابی کا قول حجت نہیں۔ نہ آنحضرت کے بعد کوئی معصوم ہے۔ پس حدیث کے انکار میں اس قسم کی باتیں کرنا موضوع سے ہٹ کر واویلا کرنے کے برابر ہے

میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ آنحضرت کے بعد کوئی معصوم نہیں اور قرآن وہی ہے جو آنحضرت کے لکھے ہوئے ذخیرہ سے نقل در نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے اس کے علاوہ جن روایات میں قرارت یا آیات کا ذکر ہے۔ وہ عام طور پر غلطی ہے اور غلطی کرنے میں بڑے اور چھوٹے سب برابر ہیں۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں یعنے وہ غلطی پر مصر نہیں رہ سکتے۔ دوسرے آدمیوں کے متعلق یہ دعوے نہیں کر سکتے۔ پس آیت رجم کے متعلق جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ قرآن مجید کی آیت ہے وہ ان کی غلطی ہے کہ وہ ایک حکم کو جو آنحضرتؐ نے بیان کیا قرآن مجید کی آیت سمجھے اور دوسرے صحابہ اس کو قرآن کی آیت نہیں سمجھتے تھے اور نہ قرآن میں یہ آیت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ رجم کا مسئلہ قرآن سے نکل سکتا ہے مگر جو آیت حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی وہ قرآن کی آیت نہ تھی وہ کہتے تھے کہ اگر یہ ڈر نہ ہو کہ لوگ کہیں گے کہ عمرؓ نے قرآن میں اضافہ کیا ہے تو میں اس کو قرآن میں لکھ دیتا (۱) یعنے لوگ سب کے سب اس کو آیت نہیں سمجھتے تھے اور صرف حضرت عمرؓ کا یہ خیال تھا۔ اور جمہور صحابہؓ کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ کا قول قابل تسلیم نہیں

والذی نفسی بیدہ لولا ان یقول الناس زاد عمر بن الخطاب فی کتاب اللہ لکتبتھا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما (مؤطا امام مالک) اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر بن خطاب نے کتاب اللہ میں اضافہ کیا ہے تو میں یہ آیت لکھ دیتا کہ شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا کریں تو ان کو قطعاً رجم کر دو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث تھی جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی اس حدیث میں آیت نساء ” او یجعل اللہ لھن سبیلا (یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ بنا دے) کا بیان تھا۔ پس اس آیت میں رجم کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ شادی شدہ کے لیے زنا کرنے کے بعد یہی سبیل شریعت نے مقرر کی ہے۔ اس قسم کے اغلاط کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ عجمی سازش ہے، بالکل بیوقوفی ہے بلکہ سازش یہ ہے کہ آپ لوگ جس کا شکار ہو رہے ہیں کیونکہ جب حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا تو قرآن کی تحریف آسان ہو جائے گی۔ ہم لوگ جو قرآن کے ساتھ حدیث کو بھی حجت مانتے ہیں تو یہ ڈھونگ رچانے کی کیا ضرورت ہے کہ آیت تو منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے کیونکہ ایسا حکم ایک حدیث سے بھی ثابت کر سکتے ہیں کسی جگہ یہ کہنا کہ یہاں یہ آیت منسوخۃ التلاوت ہے اور حکم باقی ہے اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے کہ پہلی کتب کی تلاوت منسوخ ہے مگر ان کا حکم از روئے قرآن اور حدیث باقی ہے اسی طرح تدریجی طور پر چونکہ دین مکمل ہوا ہے بہت سے احکام جو پہلے مباح تھے بعد میں حرام ہو گئے۔ پہلی آیت میں حکم عام تھا بعد میں تخصیص کی گئی اور مطلق کی تقیید ہوئی تو اس صورت میں آیت کے بقا کے باوجود حکم ایک طرح سے منسوخ ہوا۔ اسی طرح اگر ایک آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے اور حکم باقی رہے۔ تو اس میں کیا استحالہ ہے کیونکہ حکم صرف قرآن ہی سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے اور حدیث کا بقا اس کے حکم کے بقا کے لیے کافی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہو مگر اس کا حکم وقتی ہے جیسا کہ شہداء احد کے متعلق ہوا ہے کہ ایک آیت اتری جس کا مطلب یہ تھا کہ ہماری طرف سے یہ پیغام پہونچا دو کہ ہم اللہ کو ملے اللہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اندیشہ صرف ان لوگوں کو ہے جو صرف قرآن سے ہی دین اخذ کرتے ہیں کہ جب ایک آیت قرآن میں نہیں تو اب حکم کہاں سے ثابت ہوگا اور جن کے نزدیک قرآن کی طرح حدیث سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور حدیث بھی ہو تو اگر

کو کسی آیت کی تلاوت کے منسوخ ہو جانے میں کوئی اندیشہ نہیں۔ یہ باتیں عجمی سازش نہیں بلکہ آپ اس شرم کے مارے کہ ہم پر کوئی اس قسم کا اعتراض نہ کرے کہ جو حکم اہل اسلام کے لئے تواتر سے چلا آ رہا ہے اور قرآن کریم کی طرح ہی وہ عملی رنگ میں قطعی الثبوت ہے، آپ اس کو کیوں رد کر دیتے ہیں، اس قسم کی باتیں بنا کر لوگوں کو مغالطہ دے رہے ہیں اور ناول نویس کی طرح خوب افسانہ نویسی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ "بلکہ بعض شیعہ راویان حدیث کی بڑی اہمیت دیکھیں گے۔ اعمش ابو اسحٰق السبیعی کی روایتوں سے قطع نظر کر لیجئے تو اہل سنت کی حدیثوں کا نصف سے زیادہ ذخیرہ ختم ہو جائے گا" (مقام حدیث ج ۲، ص ۲۲)

اس قسم کے بہتان باندھ کر جہلاء کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابو اسحاق السبیعی وہ شخص ہے
کہ جس کے متعلق ذہبی نقل کرتے ہیں:

"عدل صادق ثبت صاحب سنة وقرآن" (میزان ص ۴۲۳ ج ۱)

یعنی اعمش عادل سچے، کتاب و سنت کے ماننے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

غالباً کسی شیعہ کی کتاب سے دیکھ کر لکھ رہے ہیں اور شیعہ تو اب عبداللہ بن عباس کو بھی شیعہ میں شمار کرتے ہیں اور کبھی کبھی متقدمین کی کتابوں میں شیعہ کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو افتراق امت کے وقت حضرت علیؓ کے ساتھ تھے مگر حضرت علیؓ کو دیگر خلفاء سے افضل نہیں سمجھتے تھے۔ اور کبھی ان لوگوں کو بھی شیعہ کہتے ہیں جو حضرت علیؓ کو دیگر صحابہ سے افضل سمجھتے ہیں مگر دیگر صحابہ کی فضیلت کے قائل ہیں اور ان کی خلافت کو حق سمجھتے ہیں مگر آج کل جو شیعہ کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد وہی لوگ لئے جاتے ہیں جو خلفائے ثلاثہ سے منحرف ہیں ان کے ایمان میں بحث کرتے ہیں۔ یہ لوگ یعنی منکرین حدیث بے سمجھی، کم علمی اور بے وقوفی کی بنا پر شیعہ کے لفظ کا ایک ہی مفہوم سمجھتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

"اگر سدی و کلبی کی روایتیں ٹھکرا دیجئے جن دونوں کے وضاع و کذاب ہونے پر محدثین کا اجماع ہے تو تفسیری روایتوں کا دو ثلث غائب

ہو جائے گا" (مقام حدیث، ص ۷۲، ج ۲)

یہ ہے ان کی تحقیق، جب ان بیان کردہ راویوں کے کذب پر محدثین کا اجماع ہے تو ایسی صورت میں ان کی روایات کو لکھنا صرف معرفت کے لئے ہوگا، نہ استدلال کے لئے۔ جب ان کی روایتوں سے محدثین استدلال ہی نہیں کرتے تو ان کے ذریعہ شریعت میں مسائل کیسے داخل ہو سکتے ہیں؟

پھر کہتے ہیں:

"اہل سنت کی کتابوں میں متعہ یا وطی بالدبر اس قسم کی بے حیائی کی حدیثیں جتنی ہیں، وہ اہل سنت کی حدیثیں نہیں بلکہ شیعوں کا حصہ رسدی ہے"

(مقام حدیث صفحہ ۲، ج ۲)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مؤلف محدثین کے اصول سے بالکل ناآشنا ہے کہ شیعہ اگر ثقہ ہوں تو ان کی وہی روایات لی جاتی ہیں جو ان کے مذہب کی موید نہ ہوں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ متعہ اور وطی فی الدبر کا جواز جو شیعہ کا خاص مسلک ہے، اس قسم کی روایتیں ان سے لی جاتیں۔ حالانکہ ذخیرہ حدیث میں متعہ کے جواز اور عدم نسخ "اسی طرح عورت سے غیر فطری مجامعت کے بارے میں ایک حدیث مرفوع بھی وارد نہیں ہوئی، نہ کسی صحیح حدیث میں بے حیائی کا لفظ وارد ہے۔ پھر یہ جو کچھ لکھا ہے اسے بے حیائی اور بے شرمی کی انتہا ہے۔

ایک جگہ یہ کہتے ہیں:

(۱) "چار بیویوں کے لئے اذن عام ہے"

(۲) "لونڈیوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں، جتنی جی چاہے، گھر میں ڈال لیجئے"

(۳) "لونڈیوں سے مباشرت کی صورت میں عزل کر لینے کی اجازت ہے تاکہ انہیں حمل نہ قرار پائے اور اس طرح ان کی قیمت کم ہو جائے (صحیح بخاری کی حدیث)

(۴) ان کے علاوہ جو عورت رضامند ہو جائے، اس سے اجرت طے کر کے وقتی مباشرت کی اجازت کم از کم عہد رسالت مآب سے لے کر اوایل عہد حضرت عمرؓ تک ضروری تھی اور اس کے بعد فقہاء مکہ اسے جائز سمجھتے تھے"

(مقام حدیث صفحہ ۶۸، ج ۲)

ـــــ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔ جب شرم نہ ہو تو جو جی میں آئے کرے یہی حالت منکرین حدیث کی ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں (۱) کیا قرآن میں چار بیویوں کی حلت کا ذکر نہیں اگر قرآن میں عدل کی قید ہے۔ اور ایک عورت کے حق چھوڑنے سے مساوات اٹھ جاتی ہے۔ یہی حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک عورت کی طرف جھک جائے گا قیامت کے دن اس کی ایک جانب مائل ہوگی۔

(۲) لونڈیوں کی تعداد نہ قرآن نے ذکر کی ہے نہ حدیث نے ہاں انصاف اور ظلم سے پرہیز لازمی امر ہے۔ اگر ایک شخص اتنی لونڈیاں گھر میں ڈال لیتا ہے کہ ان کا فطری تقاضا پورا نہیں کرتا تو اس کو نہ قرآن سے اجازت ہے نہ حدیث سے۔

(۳) لونڈیوں سے مباشرت کی صورت میں عزل کرنے کی ممانعت تو حدیث میں وارد ہے۔ مگر منکر حدیث اس سے اجازت سمجھ رہے ہیں اب بخاری کی حدیث سنیئے۔ اصبنا سبیا فکنا نعزل فسألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال او انکم لتفعلون قالھا ثلاثا ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا ھی کائنۃ (بخاری جز ۲) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم کو قیدی ملے ہم عزل کرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کیا تم ایسا کرتے ہو تین دفعہ فرمایا۔ جو روح پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔ اس حدیث سے صاف ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ لا علیکم الا تفعلوا۔ عزل نہ کرنے میں تم پر کوئی دقت نہ تھی ابن سیرین کہتے ہیں اس لفظ سے قریب قریب منع ہی نکلتا ہے۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے عزل کرنا مخفی طور پر زندہ درگور کرنا ہے۔ اس سب روایات سے عزل کی ممانعت ہی نکلتی ہے۔ مگر ایک روایت بخاری میں ہے کہ ہم عزل کرتے تھے حالانکہ قرآن اس وقت اترتا تھا۔ یعنی اگر ممنوع ہوتا تو قرآن میں منع کا ذکر ہوتا۔ مگر صرف صحابی کا فہم ہے ان کو حدیث نہیں ملی حدیث کے مقابلہ میں صحابی کا فہم حجت نہیں ہوتا یہ حدیث اہل قرآن کی رائے کے مطابق ہے یا اہل حدیث کی رائے کے مطابق نہیں۔

(۴) متعہ کی اجازت صرف فتح مکہ میں تین دن حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ بعد میں اگر کسی نے ایسا کیا ہے۔ تو حدیث نہ پہنچنے کی بنا پر کیا ہے۔ کسی شخص کے کرنے سے کوئی کام جائز نہیں ہو جاتا۔ خواہ شخص کوئی صحابی ہی ہو۔ پس حضرت عمرؓ کے زمانہ تک بعض لوگوں کا متعہ کرنا متعہ کے جواز کی دلیل نہیں بلکہ اس بنا پر ہے کہ ان کو کوئی خبر نہیں پہنچی کہ متعہ قیامت تک حرام ہو چکا ہے۔ اور متعہ حقیقت میں نکاح موقت ہے۔ اس میں سوائے دوام کے نکاح کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری تھا۔